یکساں سول کوڈ: جذبات سے کام نہ لیجیے

ملک میں ایک قانون تھوپنے کی بات کرنا زمینی حقیقت کے خلاف ہے اور ایسا قدم ملک کے مفاد میں ہرگز نہیں ہے

ابھے کمار

یکساں سول کوڈ کا مسئلہ پھر گرمایا ہوا ہے مگر افسوس کہ مین اسٹریم میڈیا ایک بار پھر پورے مسئلے کو فرقہ وارانہ رنگ دے رہا ہے۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میڈیا یہ سب نادانستہ طور پر نہیں بلکہ اپنے سیاسی آقاؤں کے دباؤ میں یہ سب کچھ کر رہا ہے تاکہ آئندہ انتخابات سے پہلے رائے دہندگان روزی اور روٹی کے سوالات بھول جائیں اور جذباتیت کی رَو میں بہہ کر اپنے ووٹ ڈالیں، ایسی زمین تیار کی جا رہی ہے۔ جب ووٹ مذہب کی بنیاد پر دیا جائے گا، تو کامیابی کسی ایسی ہی جماعت کو ملے گی جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا یکساں سول کوڈ کے بہانے ہندو مسلمان کا کھیل شروع ہو چکا ہے۔ جہاں سیکولر سیاسی جماعت کی طرف سے اس بیانیہ کا مقابلہ کرنے کی کوئی ٹھوس حکمت عملی نہیں دکھ رہی ہے، وہیں مسلم قیادت کا ایک گروپ جذباتیت کی رَو میں بہتا ہوا نظر آ رہا ہے اور وہ میڈیا کے بچھائے گئے ہندو بنام مسلمان کے دام میں پھنس جا رہا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ یکساں سول کوڈ صرف مسلمانوں کا ایشو نہیں ہے۔ اگر کوئی بھی شخص اسے ہندو بنام مسلمان کے نقطۂ نظر سے پیش کر رہا ہے تو وہ دانستہ یا غیر دانستہ طور سے فرقہ پرستوں کا کام آسان کر رہا ہے۔ دراصل یکساں سول کوڈ کی زد میں تمام ہندوستانی شہری ہیں۔ تمام مذاہب کے پیروکار اس کے اثرات سے بچ نہیں پائیں گے۔ ملک کا وفاقی نظام بھی اس کے منفی اثرات سے محفوظ نہیں رہ پائے گا۔ اعلیٰ ذات، پسماندہ، دلت، آدی واسی، اقلیت، خواتین اور تمام سوشل گروپس اس مسئلہ سے براہ راست جڑے ہوئے ہیں۔ پھر آخر کیوں مسلمانوں سے ہی ردعمل لینے کے لیے میڈیا دوڑا چلا آتا ہے، جبکہ وہ مسلمانوں کے اصل مسائل جیسے روزی، روٹی، صحت عامہ اور تعلیم میں دلچسپی نہیں رکھتا ہے؟ یاد رہے کہ میڈیا کو مسلمانوں سے کوئی زیادہ ہمدردی نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص مقصد کے تحت ان کا بیان لینے آتا ہے۔ ذرا سوچیے کہ آخر کیوں میڈیا اس مسئلے پر عیسائیوں، سکھوں اور پارسیوں کے بیانات کو ترجیح نہیں دیتا؟

ماہرین نے یہ خدشات بھی ظاہر کیے ہیں کہ یکساں سول کوڈ کے بہانے آدی واسیوں کی زمینوں اور ان کے وسائل کو لوٹنے کی تیاری چل رہی ہے۔ یہ بات مسلم لیڈر اپنے پلیٹ فارم سے نہیں اٹھا رہے ہیں کہ آدی واسیوں کے آئینی حقوق کے لیے یکساں سول کوڈ ایک بڑا خطرہ ہے اور مسلمان آدی واسیوں کی قیادت میں لڑنے کو تیار ہے۔ مسلم لیڈروں کو یہ بات کھل کر کہنی چاہیے کہ آئین آدی واسیوں کو اپنے وسائل اور زمین کی دیکھ بھال کے خصوصی اختیارات دیتا ہے اور غیر آدی واسیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی بہانے بھی ان کی زمینوں کو اپنے نام کر لیں۔ اسی طرح شمال مشرقی ریاستوں کو یہ آئینی اختیارات دیے گیے ہیں کہ وہ اپنے عائلی قوانین پر پوری آزادی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں اور اگر یکساں سول کوڈ بنا تو وہ ان کے خصوصی اختیارات کی پامالی ہوگی۔ مسلم لیڈرشپ کو شمال مشرقی ریاستوں کے قائدین سے رابطہ کرنا چاہیے اور اس مسئلے کو وسیع تناظر میں پیش کرنا چاہیے۔

یاد رہے کہ اِکیسویں لا کمیشن نے فیملی لا سے متعلق اپنی ایک اہم رپورٹ اگست ۲۰۱۸ میں شائع کی تھی۔ اس رپورٹ میں کمیشن نے یہ صاف طور سے کہا تھا کہ ملک میں یکساں سول کوڈ کو تھوپنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی رپورٹ میں لا کمیشن نے مذہبی تنوع کی اہمیت پر زور ڈالا اور کہا کہ خواتین کے خلاف موجود غیر برابری پر مبنی عائلی قوانین اور ان کے خلاف غیر مساوی اقتصادی نظام کو دور کرنے کی خاطر قانون سازی ہونی چاہیے۔ اتنا ہی نہیں لا کمیشن نے یہ بھی کہا ہے کہ کثرت ازدواج کے واقعات مسلمانوں میں بہت ہی کم ہیں، جبکہ غیر مسلم اسلام قبول کر کے ایک سے زیادہ شادیاں کر رہے ہیں۔ لا کمیشن نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اسلام نے خواتین کو مالی حقوق فراہم کیے اور طلاق کے سہارے ناکام شادیوں سے نجات پانے کا راستہ بھی ہموار کیا۔ علاوہ ازیں، مذکورہ رپورٹ میں اس بات پر افسوس ظاہر کیا گیا ہے کہ ہندو اپنے عائلی قانون کے تحت ٹیکس میں تخفیف حاصل کر لیتے ہیں، جبکہ عیسائیوں، مسلمانوں اور پارسیوں کو یہ سہولت میسر نہیں ہے۔ اس رپورٹ میں ہندو کوڈ بل کی خامیوں کا بھی ذکر ہے اور اصلاحات کی بات کہی گئی ہے۔ طلاق سے متعلق عیسائی عائلی قانون میں بھی اصلاح کی بات پر زور دیا گیا ہے۔ پارسی عائلی قانون میں بھی تبدیلی کرنے کی بات کہی گئی ہے تاکہ جب کوئی پارسی کسی غیر پارسی سے شادی کر لے تو اسے کمیونٹی سے خارج نہ کیا جائے اور نہ ہی اس شخص کو پارسی شناخت سے محروم کیا جائے۔ طلاق کے وقت جو دولت شوہر اور بیوی کی ہے اسے بھی برابر تقسیم کرنے کی بات کو کمیشن نے اٹھایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ 'سپیشل میرج ایکٹ' کے اندر بھی اصلاح کی بات کہی گئی ہے اور شادی کرنے سے پہلے دی جانے والی ایک مہینے کے نوٹس کی مدت کو کم کرنے کی بات کہی گئی ہے تاکہ بین الذات اور بین المذاہب شادیوں کی راہ میں موجود روکاوٹ کو ختم کیا جائے۔ اسی طرح لا کمیشن کی ۱۸۲ صفحات پر مشتمل رپورٹ میں نکاح، طلاق، تحویل، سرپرستی، گود لینے اور بچوں کی دیکھ بھال، میراث اور وراثت سے متعلق اصلاحات درج ہیں۔ کمیشن کا ہدف ہے کہ جنسی عدم مساوات اور امتیازات کو دور کیا جائے۔ جب خود لا کمیشن یکساں سول کوڈ کو خارج کر چکا ہے اور عائلی قوانین کو وسیع تناظر میں دیکھ رہا ہے تو پھر اسے ہندو بنام مسلمان تک لا کر محدود کر دینا کافی نقصان دہ ہے۔

> یکساں سول کوڈ صرف مسلمانوں کا ایشو نہیں ہے۔ اگر کوئی بھی شخص اسے ہندو بنام مسلمان کے نقطۂ نظر سے پیش کر رہا ہے تو وہ دانستہ یا غیر دانستہ فرقہ پرستوں کا کام آسان کر رہا ہے۔ دراصل یکساں سول کوڈ کی زد میں تمام ہندوستانی شہری ہیں۔ تمام مذاہب کے پیروکار اس کے اثرات سے بچ نہیں پائیں گے۔ ملک کا وفاقی نظام بھی اس کے منفی اثرات سے محفوظ نہیں رہ پائے گا۔ اعلیٰ ذات، پسماندہ، دلت، آدی واسی، اقلیتیں، خواتین اور تمام سوشل گروپس اس مسئلہ سے براہ راست جڑے ہوئے ہیں۔ پھر آخر کیوں مسلمانوں سے ہی ردعمل لینے کے لیے میڈیا دوڑا چلا آتا ہے۔

آئین کے ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یکساں سول کوڈ ملک کے وفاقی ڈھانچے کے خلاف ہے، کیونکہ عائلی قوانین بنانے کے اختیارات مرکز کے ساتھ ساتھ ریاستوں کو بھی ہیں۔ عائلی قوانین ہی نہیں، بلکہ سی آر پی سی اور آئی پی سی جیسے سیکولر لا بھی پورے ملک میں ایک طرح سے نافذ نہیں ہیں اور ان میں کافی تبدیلیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے ایک ملک میں ایک قانون تھوپنے کی بات کرنا زمینی حقیقت کے خلاف ہے اور ایسا قدم ملک کے مفاد میں ہرگز نہیں ہے۔ آزادی کے وقت جب یکساں سول کوڈ کی حمایت میں کچھ آوازیں قانون ساز کونسل میں اٹھی تھیں، تب بابا صاحب امبیڈکر نے ممبران کو متنبہ کیا تھا کہ حکومت کوئی بھی ایسا قانون نہ بنائے جس سے عوام بغاوت کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اختلاف کے مدنظر اس مسئلہ کو ریاست کے رہنما اصول کا حصہ بنا دیا گیا اور اس پر قانون بنانے کی ذمہ داری کو مستقبل پر چھوڑ دیا گیا۔ ایک زمانہ تک ترقی پسند طبقہ بھی یکساں سول کوڈ کی حمایت کرتا تھا مگر جب بات سامنے آنے لگی کہ اس ایشوز کے بہانے ہندو فرقہ پرست ایک مخصوص کلچر کو پورے ملک پر مسلط کرنا چاہتے ہیں، تو روشن خیال لوگوں نے اپنا موقف بدل لیا ہے۔

یہ حقیقت ہمیشہ ذہن میں رہے کہ یکساں سول کوڈ کے نام نہاد پیروکاروں کا اصل مقصد ملک کو ایک رنگ میں رنگنا ہے اور آدی واسیوں کی زمینوں کو غیر آدی واسی طاقتور لوگوں کے حوالے کرنا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو مرکزی حکومت نے سابقہ لا کمیشن کی رپورٹ پر توجہ کیوں نہیں دی؟ انتخابات سے عین قبل ۲۲ ویں لا کمیشن کے توسط سے کیوں ایک بار پھر یکساں سول کوڈ کی بحث چھیڑ دی گئی ہے؟ آخر کیوں اس پورے مباحثے میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ کچھ مسلمان لیڈر جذباتی ردعمل دے کر ان کے کھیل کا حصہ بن رہے ہیں۔ اس نازک حالات میں مسلم قائدین سے مودبانہ اپیل ہے کہ وہ اس لڑائی میں ملک کے دیگر محکوم طبقات کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اس سوال کو تاریخی، سماجی اور سیاسی نقطۂ نظر سے ہی دیکھیں۔

(مضمون نگار جے این یو سے پی ایچ ڈی ہیں)
debatingissues@gmail.com